Journal of Religion & Society (JRS)
Available Online:
https://islamicreligious.com/index.php/Journal/index
Print ISSN: 3006-1296Online ISSN: 3006-130X
Platform & Workflow by: Open Journal Systems

QURAN AND SCIENCE ANALYTICAL STUDY OF STAGES OF HUMAN CREATION

قرآن اور سائنس انسانی تخلیق کے مراحل کا تجزیاتی مطالعہ

Hafiz Munir Ahmad Cheema
PhD Scholar, University of Sialkot, Sialkot
asjalcheema@gmail.com
Muhammad Waqas Mazhar
PhD Scholar, University of Sialkot, Sialkot,
waqasmazharmalik@gmail.com

ABSTRACT

The stages of human creation are described in great detail and depth in the Holy Quran. These stages shed light on the physical, spiritual, and psychological aspects of man. The analysis of these stages also shows the compatibility with modern science and the scientific depth of the Qur'an. The beginning of the creation of man is from clay In the Qur'an, the origin of man is connected with clay: "He who created everything well and created the beginning of man's birth from clay". This means that the elements of man's physical creation are taken from the earth. The biological process of human creation The Qur'an has clearly described the stages of creation of the human embryo: in these stages, spermatozoa, spermatozoa, bones and flesh, soul blowing (breathing of the soul), this stage distinguishes human beings from other creatures. It does, because the spiritual aspect is the source of man's consciousness, morality, and spiritual development. The process of man's creation continues even after birth, as stated in the Qur'an: "It is Allah who created you weak, then gave you strength after weakness, then after strength gave you weakness and old age." Man goes through the stages of childhood, youth, and old age. The stages of human creation in the Qur'an are remarkably consistent with modern biological science. The description of embryonic stages has been proven in modern times by ultrasound and research, which the Qur'an shows the truth and intellectual depth of these stages describe the evolution of human life, which reveals the power of a perfect creator. Modern science confirms these Quranic statements, which reveal the truthfulness of the Quran and the breadth of divine knowledge.

***Keywords**: Qur'an, Remarkably, Consistent, Modern, Psychological, Aspects, Biological, Process*

تعارف:

قرآن اللہ تعالیٰ کی مقدس کتاب ہے جو کہ اللہ کے آخری نبی حضرت محمدؐ پر تقریباً تیئس سال کے عرصہ میں تھوڑا تھوڑا کر کے نازل ہوئی۔ قرآن کا موضوع انسان ہے اس طرح قرآن اور انسان کا گہرا تعلق ہے اس آرٹیکل میں انسان کے تخلیقی مراحل کا مطالعہ قرآن و حدیث کی روشنی میں پیش کیا جائے گا اور سائنسی نقطہ نظر سے انسان کی تخلیق کے نظریات کو پرکھا جائے گا۔

انسان کی تعریف لغت کے اعتبار سے:

انسان عربی زبان کے لفظ اُلاُنس سے مشتق ہے جس کے معنی آدمی اور بشر کے ہیں- اسم الانس کے ساتھ ان زائد برائے مبالغہ لگانے سے انسان بنتا ہے۔[i]

فیروزاللغات ڈکشنری کے مطابق بھی "انسان" کا معنی آدمی، بشر، انس و محبت رکھنے والا ہے[ii]

"لفظ الانیس کا ایک مطلب انس کرنے والا دوست ہے یعنی ہر وہ چیز جس سے انس ہو"۔[iii]

سابقہ تحقیقی کام کا جائزہ:

- ڈاکٹر مورس بوکائی نے "The Bible, The Quran, and Science" نامی کتاب میں قرآن کو سائنسی اصولوں کے مطابق جانچا گیا اور انسانی تخلیق کے مراحل کو قرآن کے بیان کردہ حقائق سے ہم آہنگ پایا گیا۔
- پروفیسر کیتھ ایل مور اپنی کتاب "The Developing Human" کے اندر قرآن کے بیان کردہ جنینی مراحل کو جدید سائنسی حقائق سے مربوط کیا۔ ان کا مؤقف تھا کہ یہ معلومات پیغمبرِ اسلام کے زمانے میں کسی انسانی ذریعہ سے ممکن نہیں تھیں۔
- ڈاکٹر زغلول النجار نے قرآن اور سائنس پر وسیع کام کیا، خاص طور پر انسانی تخلیق اور کائناتی حقائق کے حوالے سے اور ان کی تحقیق میں سائنسی دریافتوں کی قرآنی بنیادوں پر روشنی ڈالی گئی۔

منہج تحقیق:

- متعلقہ قرآنی آیات کو منتخب کرنا جو انسانی تخلیق کے مراحل کو بیان کرتی ہیں۔
- قرآنی بیانات اور سائنسی حقائق کے درمیان مماثلتوں اور اختلافات کی نشاندہی۔
- قرآن اور سائنس کے متعلقہ بیانات کو موضوعات کے مطابق ترتیب دینا۔

مقاصدِ تحقیق:

اس آرٹیکل میں تحقیق کے مندرجہ ذیل مقاصد ہوں گے۔

- انسانی تخلیق کے حوالے سے قرآن میں بیان کردہ مراحل (مثلاً نطفہ، علقہ، مضغہ وغیرہ) کو سائنسی حقائق کے تناظر میں سمجھنا اور وضاحت فراہم کرنا
- انسانی تخلیق سے متعلق قرآنی آیات کے پیچھے موجود حکمت اور تعلیمات کا تجزیہ کرنا۔
- یہ مقاصد قرآن اور سائنس کے مابین تعلق کو مزید گہرائی سے سمجھنے اور اسلامی علوم و جدید سائنس کے مابین ایک مضبوط پل بنانے میں مددگار ہوں گے۔

مبحث اول: تخلیق کا معنی و مفہوم مذہبی و سائنسی نقطہ نظر سے

1. **تخلیق**

تخلیق عربی زبان کا لفظ ہے جو کہ خلق کے وزن پر ہے تخلیق کے اردو میں معانی، آفیرینش "پیدائش، پیدا کرنا، طبع زاد فن پارہ"[iv] اور وجود میں لانا کے ہیں۔ تخلیق کا مفہوم عمومی طور پر کسی چیز کو عدم سے وجود میں لانے یا نئی صورت میں ڈھالنے کے عمل سے جڑا ہوا ہے۔ یہ تصور مختلف شعبوں، مثلاً مذہب، فلسفہ، سائنس، اور ادب میں مختلف زاویوں سے دیکھا جاتا ہے۔

2. **مذہبی نقطہ نظر**

تخلیق کا مذہبی تصور اس بات پر زور دیتا ہے کہ کائنات، انسان، اور تمام مخلوقات کو اللہ تعالیٰ نے اپنے حکم اور قدرت سے عدم سے وجود میں لایا۔ قرآن مجید میں تخلیق کو اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ایک اہم صفت کے طور پر بیان کیا گیا ہے، جیسا کہ:

"اللَّهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ" (سورۃ الزمر: 62)[v]

ترجمہ "یعنی اللہ ہر چیز کا خالق ہے۔"

عیسائیت اور یہودیت میں تخلیق کا تصور "بائبل" کی کتابِ پیدائش میں موجود ہے، جہاں خدا نے دنیا کو چھ دنوں میں پیدا کیا۔ ہندومت میں تخلیق کا تصور "برہما" دیوتا سے وابستہ ہے۔ فلسفے میں تخلیق کے تصور کو مختلف زاویوں سے سمجھا گیا ہے: فلسفیوں نے سوال اٹھایا کہ کائنات ہمیشہ سے موجود تھی یا کسی تخلیق کار نے اسے پیدا کیا۔ ارسطو نے کائنات کو "ابدی" مانا، جبکہ دیگر فلسفیوں نے اسے تخلیق کا نتیجہ کہا۔

3. **سائنسی نقطہ نظر**

سائنس میں تخلیق کے تصور کو "کائنات کی ابتدا" اور "زندگی کے آغاز" کے تناظر میں دیکھا جاتا ہے۔ کائنات کی تخلیق کے حوالے سے سائنس بگ بینگ تھیوری پیش کرتی ہے، جس کے مطابق تقریباً 13.8 ارب سال پہلے ایک عظیم دھماکے کے ذریعے کائنات وجود میں آئی۔

4. **حیات کی ابتدا:**

زندگی کے آغاز کے لیے ارتقائی عمل کا نظریہ پیش کیا جاتا ہے، جو قدرتی عوامل کے نتیجے میں ہوا۔ ادب اور فنونِ لطیفہ میں تخلیق کا مطلب نئی تخلیقی شکلیں پیدا کرنا ہے، جیسے: شاعری، کہانیاں، اور فن پارے تخلیقی عمل کا نتیجہ ہیں۔ تخلیق کار کسی خیالی یا حقیقی تجربے کو ایک منفرد انداز میں پیش کرتا ہے۔ تخلیق ایک وسیع تصور ہے جو مذہب میں الٰہی عمل، فلسفے میں وجود کی حقیقت، سائنس میں کائنات اور زندگی کی ابتداء، اور ادب و فنون میں انسانی تخلیقی صلاحیتوں سے جڑا ہوا ہے۔ اس کا ہر زاویہ انسانی عقل اور روح کو مختلف پہلوؤں سے متاثر کرتا ہے۔

مبحث دوم: انسان کی تخلیق قرآن و سنت کے اعتبار سے:

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں انسان کے وجود، اس کے اس کائنات میں آنے اور اس کی تخلیق کا متعدد مقامات پر ذکر کیا ہے- ہم یہاں تین عنوانات کے تحت انسان کی تخلیق پر بحث کریں گے۔

1. حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کے مراحل

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِن صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَإٍ مَّسْنُونٍ وَالْجَانَّ خَلَقْنَاهُ مِن قَبْلُ مِن نَّارِ السَّمُومِ [vi]

ترجمہ: "ہم نے انسان کو کھنکھناتے سنے ہوئے پتلے گارے سے بنایا ہے۔ اور جان کو اس سے پہلے ہم نے لو کی آگ سے بنایا۔"

وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي خَالِقٌ بَشَرًا مِّن صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَإٍ مَّسْنُونٍ فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِن رُّوحِي فَقَعُوا لَهُ سَاجِدِينَ [vii]

ترجمہ "اور جب آپ کے رب نے فرشتوں سے کہا کہ میں ایک بشر بناؤں گا کھنکھناتے سنے ہوئے گارے سے پھر جب اس کو ٹھیک کر لوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں تو اس کے آگے سجدہ میں گر جاؤ"۔

ان آیات میں اللہ ربّ العزت نے آدم علیہ السلام کی تخلیق کا تذکرہ فرمایا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا:

"عن ابي موسى الاشعري، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "إن الله تعالى خلق آدم من قبضة قبضها من جميع الارض، فجاء بنو آدم على قدر الارض، فجاء منهم الاحمر والابيض والاسود، وبين ذلك، والسهل والحزن والخبيث والطيب "

ابو موسیٰ اشعری روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ؐ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو (مٹی کی) ایک مٹھی سے پیدا کیا جو اس نے ساری زمین سے لی تھی، پھر بنو آدم زمین کے مطابق ہی آے ان میں سے سرخ، سفید، سیاہ اور ان کے درمیان بھی ہیں (اسی طرح) نرم مزاج، سخت، ناپاک اور پاک بھی ہیں۔ [viii]

2. انسان کی تخلیق کے مراحل:

اللہ تعالیٰ انسان کی تخلیق ماں کے پیٹ میں کیسے فرماتا ہے اور انسان کے جسم کو کن مراحل سے گزرتا ہے اس حوالے سے سورۃ المومنون میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

”ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ق ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ ط فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ “[ix]

ترجمہ ”پھر ہم نے اس پانی کی بوند کو خون کی پھٹک کیا پھر خون کی پھٹک کو گوشت کی بوٹی پھر گوشت کی بوٹی کو ہڈیاں پھر ان ہڈیوں پر گوشت پہنایا پھر اسے اور صورت میں اٹھان دی- تو بڑی برکت والا ہے اللہ سب سے بہتر بنانے والا ہے “-

قرآن مجید کی اس آیت کریمہ میں انسان کی تخلیق کے جو مراحل بیان کیے گئے ہیں حدیث شریف میں بھی اسی طرح انسان کی تخلیق کے مراحل بیان ہوئے ہیں-

"عن عبد اللہ ، قال: حدثنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وهو الصادق المصدوق: "إن احدکم يجمع خلقه في بطن امه اربعين يوما، ثم يكون في ذلک علقة مثل ذلک، ثم يكون في ذلک مضغة مثل ذلک، ثم يرسل الملک فينفخ فيه الروح"

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم میں سے ہر ایک شخص کا نطفہ اس کی ماں کے پیٹ میں چالیس دن جمع رہتا ہے پھر چالیس دن میں لہو کی پھٹکی ہو جاتا ہے پھر چالیس دن میں گوشت کی بوٹی بن جاتا ہے پھر خدا تعالیٰ اس کی طرف فرشتے کو بھیجتا ہے وہ اس میں روح پھونکتا ہے-[x]

3. عالم ارواح میں رُوحِ انسانی کی تخلیق:

اللہ تعالیٰ نے عالم ارواح میں لفظ کُن سے ارواح کی تخلیق فرمائی اور اسی عالم میں عہد الست ہوا اور ارواح سے سوال کیا گیا ”الست بربکم“ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں جس پر تمام ارواح نے ”بلٰی“ کہہ کر اللہ ربّ العزت کی ربوبیت کا اقرار کیا- جس سے پتہ چلتا ہے کہ رُوح کی تخلیق جسم سے قبل ہوئی ہے اور اس کی ایک دلیل یہ حدیث بھی ہے-

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ بیان کرتی ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ”الارواح جنود مجندة، فما تعارف منها ائتلف، وما تناكر منها اختلف.“

”رُوحیں مجتمع لشکر ہیں جو ان میں سے ایک دوسرے سے متعارف ہوتی ہیں وہ ایک دوسرے سے الفت رکھتی ہیں اور جو ایک دوسرے سے ناآشنا ہوئی ہیں وہ آپس میں اختلاف کرتی ہیں“-[xi]

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

"اس حدیث سے مراد یہ ہو سکتا ہے کہ اس سے ابتداء خلقت کی خبر دینا مقصود ہو جیسا کہ حدیث پاک میں آیا ہے کہ رُوحوں کو جسموں سے پہلے پیدا کیا گیا ہے اور جب رُوحوں کا جسموں میں حلول ہوا تو ان کی آپس میں شناسائی یا عدم شناسائی عالم ارواح کے اعتبار سے ہوئی تو رُوحیں جب دنیا میں ایک دوسرے سے ملیں تو ان کا ایک دوسرے سے متفق یا مختلف ہونا بھی اسی سابق شناسائی کا عدم شناسائی کے اعتبار سے تھا"۔[xii]

امام جلال الدین سیوطی نے بھی لکھا ہے کہ حدیث مبارکہ میں آیا ہے کہ:

"اللہ تعالیٰ نے روحوں کو جسموں سے پہلے پیدا کیا ہے"۔[xiii]

علامہ بدرالدین عینی حنفی نے بھی لکھا ہے کہ حدیث مبارکہ میں ہے کہ روحوں کو جسموں سے پہلے پیدا کیا گیا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ جسموں کے فنا ہونے کے بعد بھی روحیں باقی رہتی ہیں۔ اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے کہ:

"شہداء کی رُوحیں سبز پرندوں کی پوٹوں میں رہتی ہیں"۔[xiv]

4. انسان کی عظمت قرآن مجید واحادیث نبوی ﷺ کی روشنی میں:

1) تمام مخلوقات پر فضیلت

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا ہے اور اپنی تمام مخلوقات پر اسے فضیلت و برتری عطا کی ہے۔ جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

"وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا"[xv]

ترجمہ "اور بیشک ہم نے اولادِ آدم کو عزت دی اور انہیں خشکی اور تری میں سوار کیا اور ان کو ستھری چیزوں سے رزق دیا اور انہیں اپنی بہت سی مخلوق پر بہت سی برتری دی"۔

اس آیت میں اللہ ربّ العزت نے انسان کے اعلی وارفع ہونے اور تمام مخلوقات میں مکرم و مشرف و فضیلت والا ہونے کا ذکر فرمایا ہے۔ جیسا کہ منظور احمد فاتح انسان کی عظمت کے بارے لکھتے ہیں:

فرشتہ مجھے کہنے سے میری توقیر گھٹتی ہے

میں مسجودِ ملائک ہوں، مجھے انساں ہی رہنے دو

بقول الطاف حسین حالی:

فرشتہ سے بڑھ کر ہے انسان بننا

مگر اس میں لگتی ہے محنت زیادہ

انسان کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے مقام و مرتبہ کو پہچانے یعنی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کے ذریعے اس کے قرب کے لیے کوشش کرے۔

2) کائنات کی تمام اشیاء انسان کے لیے ہیں

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی قربت اور تعلق کے لیے پیدا کیا ہے جب کہ رب کائنات نے اس کائنات کی تمام اشیاء کو انسان کے لیے اور انسان کے فائدے کے لیے پیدا کیا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"ھُوَ الَّذِیۡ خَلَقَ لَکُمۡ مَّا فِی الۡاَرۡضِ جَمِیۡعًا"[xvi]

ترجمہ "وہی ہے جس نے تمہارے لئے بنایا جو کچھ زمین میں ہے"۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

"اِنَّ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَاخۡتِلَافِ الَّیۡلِ وَالنَّہَارِ وَالۡفُلۡکِ الَّتِیۡ تَجۡرِیۡ فِی الۡبَحۡرِ بِمَا یَنۡفَعُ النَّاسَ وَمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰہُ مِنَ السَّمَآءِ مِنۡ مَّآءٍ فَاَحۡیَا بِہِ الۡاَرۡضَ بَعۡدَ مَوۡتِہَا وَبَثَّ فِیۡہَا مِنۡ کُلِّ دَآبَّۃٍ ۪ وَّتَصۡرِیۡفِ الرِّیٰحِ وَالسَّحَابِ الۡمُسَخَّرِ بَیۡنَ السَّمَآءِ وَالۡاَرۡضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَوۡمٍ یَّعۡقِلُوۡنَ "[xvii]

ترجمہ "بیشک آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات اور دن کی تبدیلی میں اور کشتی میں جو دریا میں لوگوں کے فائدے لے کر چلتی ہے اور اس پانی میں جو اللہ نے آسمان سے اتارا پھر اس کے ساتھ مردہ زمین کو زندگی بخشی اور زمین میں ہر قسم کے جانور پھیلائے اور ہواؤں کی گردش اور وہ بادل جو آسمان اور زمین کے درمیان حکم کے پابند ہیں ان سب میں یقیناً عقلمندوں کے لئے نشانیاں ہیں"۔

3) انسان کی تخلیق کا مقصد عبادتِ الٰہی:

اللہ تعالیٰ نے دنیا کا میلہ انسان کے لیے سجایا اس میں رنگ برنگی اَنواع انسان کے لیے پیدا فرمائیں مگر انسان کی تکلیق کا مقصد اپنی عبادت بتایا جیسا کہ کلام الٰہی میں ارشاد ہوتا ہے۔

وَمَا خَلَقۡتُ الۡجِنَّ وَالۡاِنۡسَ اِلَّا لِیَعۡبُدُوۡنِ[xviii]

ترجمہ "اور ہم نے جن وانس کو نہیں پیدا فرمایا مگر اپنی عبادت کے لیے"

4) انسان کا زمین میں اللہ کا نائب ہونا :

اللہ تعالیٰ نے اپنی خلافت اور نیابت کا سہرا انسان کے سر پر سجایا ہے۔ قرآنِ مجید میں متعدد مقامات پر اس بات کا تذکرہ موجود ہے۔ ایک مقام پر ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

”وَ اِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً ؕ قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا وَیَسْفِکُ الدِّمَآءَ ۚ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِکَ وَنُقَدِّسُ لَکَ ؕ قَالَ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ “[xix]

ترجمہ ”اور یاد کرو جب تمہارے رب نے فرشتوں سے فرمایا میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا ہوں بولے کیا ایسے کو نائب کرے گا جو اس میں فساد پھیلائے اور خونریزیاں کرے اور ہم تجھے سراہتے ہوئے تیری تسبیح کرتے اور تیری پاکی بولتے ہیں فرمایا مجھے معلوم ہے جو تم نہیں جانتے“۔

خلیفہ اسے کہتے ہیں جو کسی کے ملک میں اس کے تفویض کردہ اختیارات کو اس کے نائب کی حیثیت سے استعمال کرے اور اس کی منشاء کو ٹھیک ٹھیک پورا کرے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو یہ اعلیٰ اور ارفع مقام اس لیے عطا فرمایا ہے تاکہ وہ اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کے احکام کو بجا لاتے ہوئے اسلامی نظام کو نافذ کرے اور نظامِ عدل و انصاف قائم کرے۔

5) انسان کو بنانے میں اللہ تعالیٰ کا اسلوب:

اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات کو لفظ "کن" سے پیدا کیا اور انسان کو اپنے ہاتھ سے بنایا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

”قَالَ یٰٓاِبْلِیْسُ مَا مَنَعَکَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِیَدَیَّ“[xx]

ترجمہ:۔"فرمایا اے ابلیس! تجھے کس نے اس (ہستی) کو سجدہ کرنے سے روکا ہے جسے میں نے خود اپنے ہاتھوں سے بنایا ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں ارشاد فرمایا:

”لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ “[xxi]

ترجمہ ”بے شک ہم نے آدمی کو اچھی صورت پر بنایا“۔

6) انسانی تخلیق کا مقصد قرآن و سنت کی روشنی میں

قرآنِ مجید میں اللہ ربّ العزت انسان کی تخلیق کے مقصد کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

”وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ“[xxii]

ترجمہ ”اور میں نے جن اور آدمی اپنے ہی لئے بنائے کہ میری بندگی کریں“۔

اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ:

”یہاں عبادت سے مراد اللہ تعالیٰ کی معرفت و پہچان ہے“۔[xxiii]

حدیث قدسی ہے جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"كُنْتُ كَنْزاً مَخْفِيًّا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ لِاُعْرَفَ "[xxiv]

ترجمہ "مَیں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں پس مَیں نے مخلوق کو پیدا فرمایا تاکہ میری پہچان ہو"۔

اس حدیث قدسی کو کثرت سے صوفیاء کرام نے بیان کیا ہے جس میں علامہ ابن عربیؒ، سیّدنا شیخ عبد القادر جیلانیؒ، حضرت سلطان باھوؒ، حضرت مجدد الف ثانیؒ اور بہت سے صوفیاء کرام رضی اللہ تعالی عنہ شامل ہیں۔

قرآن وسنت سے یہ بات واضح ہے انسان کا مقصد حقیقی اپنے رب کی معرفت اور اس کا قرب ہے۔جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

" قُلْ هَذِهِ سَبِيلِي أَدْعُو إِلَى اللَّهِ عَلَى بَصِيرَةٍ أَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِي وَسُبْحَانَ اللَّهِ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ "[xxv]

ترجمہ:۔ "تم فرماؤ یہ میری راہ ہے میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں میں اور جو میرے قدموں پر چلیں دل کی آنکھیں رکھتے ہیں اور اللہ کو پاکی ہے اور میں شریک کرنے والا نہیں"۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کی زندگی کا حقیقی مقصد اللہ تعالیٰ کی پہچان کو حاصل کرنا ہے۔صوفیاء کرام رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کی پہچان ظاہر و باطن کی پاکیزگی سے ہوتی ہے۔انسان کا ظاہر شریعت مطہرہ کی پابندی سے پاک ہوتا ہے جبکہ انسان کا باطن قلب کو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے تر کر کے پاک ہوتا ہے۔

جب انسان اپنے دل کو اللہ تعالیٰ کی پہچان کے نور سے منور کرلیتا ہے اور اپنے ظاہر کو شریعت محمدی ﷺ) سے مزین کرتا ہے تو اس کے لیے ضروری ہو جاتا ہے کہ وہ انسانیت کی اصلاح کیلیے میدان عمل میں نکلے اور "امر بالمعروف و نہی عن المنکر" کا فریضہ سرانجام دے کیونکہ حضور نبی کریم ﷺ نے بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کی بھی اسی طرح سے تربیت کی مکی دَور میں حضور نبی کریم ﷺ نے صحابہ کے عقائد کو پختہ فرمایا اور اپنی نگاہِ مبارک سے ان کے باطن کا تزکیہ فرمایا۔جب ان کا دل اللہ تعالیٰ کی پہچان سے منور ہو گیا تو مدینہ منورہ ہجرت کے بعد حضور نبی کریم ﷺ نے ایک اسلامی ریاست کی بنیاد رکھی اور پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کو معاشرہ میں عملی کردار ادا کرنے کا حکم دیا تاکہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی پابندی معاشرہ میں ہو سکے اور معاشرہ امن کا گہوارہ بن سکے۔

مبحث سوم: نظریہ ارتقا اور سائنس:

1. **ارتقا کا لغوی معنی:**

"ارتقاء کے لغوی معنی اوپر چڑھنا، بتدریج ترقی کرنا، بتدریج نشوونما ہونا، بالیدگی اور عروج کے ہے۔"[xxvi]

2. **ارتقا کا مفہوم:**

ارتقا(Evolution) کا مطلب ہے کسی شے یا مخلوق میں وقت کے ساتھ تدریجی اور بتدریج تبدیلیاں آنا، جو اس کی ساخت، شکل، یا خصوصیات کو بہتر بناتی ہیں یا تبدیل کرتی ہیں۔ یہ تبدیلیاں حیاتیات، ثقافت، معاشرت، اور دیگر نظاموں میں مختلف عوامل کے تحت واقع ہوتی ہیں۔

3. نظریہ ارتقاء کی تعریف:

نظریہ ارتقاء سے مراد وہ سائنسی نظریہ ہے جس کی بناء پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ انسان پہلے جانور تھا اور بن مانس کی حرکات انسان کے ساتھ ملنے کی وجہ سے انسان کو بن مانس کی جدید شکل تصور کیا جاتا ہے۔ یہ نظریہ ایک سائنسدان نے انیسویں صدی میں پیش کیا۔ جس کا نام چارلس ڈارون تھا۔ اس نظریہ کے مطابق جاندار حیاتیاتی بقا کے لیے خود کو اپنے ماحول کے مطابق ڈھال لیتے ہیں۔ اس کا نظریہ تمام جانداروں پر لاگو ہوتا ہے، بشمول بنی نوع انسان۔ ڈارون کے مطابق تمام جاندار اپنے ارد گرد کے ماحول میں زندہ رہنے کے لیے اپنے رویے میں تبدیلی لاتے ہیں۔

"چارلس ڈارون چارلس لاییل کی کتاب "علم طبقات الارض" سے بہت متاثر ہوا تھا۔ جس میں یہ نظریہ پیش کیا گیا تھا کہ ہماری زمین کی موجودہ شکل کروڑوں سالوں میں ہونے والی سست رفتار تبدیلیوں کا مجموعی نتیجہ ہے۔ ڈارون یہ کتاب پڑھنے کے بعد یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا کہ اس طرح جانداروں مین بھی آہستہ آہستہ تبدیلیاں رونما ہوتی رہی ہوں گی۔ اور اسی کی بناء پر اس نے نتیجہ نکالا تھا کہ جن جانداروں کے پتھروں میں باقیات ملتے ہیں وہ شائد آہستہ آہستہ کروڑوں سالوں میں تبدیل ہوتے رہے ہوں گے"[xxvii]

4. مثال:

مثال پیش کی جاتی ہے کہ بعض پانی کے جانور کروڑوں سال پہلے چرندے تھے مگر کسی وجہ سے اُن کو اپنی زندگی طویل عرصہ تک پانی میں گزارنی پڑی تو ان کے پاؤں غائب ہوگئے اور وہ مچھلی کی طرح کی شکل اختیار کر گئے۔ اسی طرح مچھلیوں کو جب زمین پر زندگی گزارنی پڑی تو ان کے پاؤں نکل آئے اور ان کی شکل پہلے مگرمچھ اور پھر بعد میں دیگر جانداروں کی سی ہوگئی۔ یعنی اپنی بقاء کے لیے قدرت نے ان کی خصلت تبدیل کر دی۔

5. نظریہ ارتقاء اور اس کے حامیوں کی سوچ:

اسی طرح انسان کے بارے میں نظریہ ارتقاء کے حامیوں کا کہنا ہے کہ انسان بن مانس سے پیدا ہوا تھا جو اپنے ماحول کی وجہ سے بدلا اور وہ آج جیسا بن گیا۔ چمپینزی جیسے جانوروں سے انسان دو پیروں پر چلنے والا بن گیا کیونکہ اس وقت اور اس وقت کے ماحول کے مطابق اس کی بقا کے لیے یہ ضروری تھا۔ یہ تھیوری سننے میں بہت دلچسپ ہے اور یہی وجہ ہے کہ اس پر سینکڑوں کہانیاں اور کتابیں لکھی جاچکی ہیں اور کئی فلمیں بھی بنی ہیں۔ لیکن حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے۔ اس کے برعکس یہ اس لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو بالکل اسی حالت میں پیدا کیا ہے جس میں وہ آج موجود ہے۔ نظریہ ارتقاء کے حامی ابھی تک اس بات کا جواب نہیں دے سکتے کہ زندگی کا آغاز کیسے ہوا؟ جب کائنات بگ بینگ سے وجود میں آئی تو اس میں کوئی جاندار چیز نہیں تھی۔

تو پھر زندگی کی ابتدا کیونکر ہوئی؟ کچھ کہتے ہیں کہ کسی کیمیائی عمل سے ایسا ہوا۔ تو اگر کیمیا گری سے زندگی وجود میں آسکتی تو سائنس اتنی ترقی کرنے کا بعد علم کیمیا سے کوئی معمولی نوعیت کا جاندار یا کیڑا پیدا کر کے کیوں نہیں دکھا دیتی؟ یہاں ہم بات ڈارون کے مشہور زمانہ اور ساتھ ہی انتہائی متنازع نظریہ ارتقا کی کریں گے۔ تو زندگی کیسے شروع ہوئی؟ کچھ کہتے ہیں کہ یہ کیمیائی عمل کی وجہ سے ہوا ہے۔ لہٰذا، اگر زندگی کیمسٹری کے ذریعے وجود میں آسکتی ہے، تو سائنس اتنی ترقی کرنے کے بعد، کیمسٹری سے کوئی سادہ سا جاندار یا کیڑا بنا کر کیوں نہیں دکھاتی؟ یہاں ہم ڈارون کے مشہور اور انتہائی متنازعہ نظریہ ارتقاء کے بارے میں بات کریں گے۔ جو صرف وہاں سے شروع ہوتا ہے جہاں زندگی پہلے سے موجود تھی۔ اگر ہم انسان کے ارتقاء کی طرف آتے ہیں تو انسان کا سفر بن مانس سے مانس تک ہے۔

6. انسان کی تخلیق اور مسنگ لنکس:

سائنس کی کتابوں میں لکھا ہے کہ موجودہ دور کے انسان کو سائنس ہوموسیپینز (Homo Sapeins) کہتی ہے۔ اس سے پہلے کی نسل کو ہوموایریکٹس (Homo Erectus) کہتے ہیں۔ علم الانسان یا بشریات کے ماہر یعنی اینتھروپولوجسٹ (Anthropologists) اپنی تمام تر کوشش کے بعد بھی ہوموسیپینز اور ہوموایریکٹس کے درمیان کوئی جوڑ پیدا کرنے میں ناکام رہے ہیں۔ آج تک دنیا بھر میں زمین کی کھدائی سے کوئی ایک بھی ہڈی ایسی نہیں ملی جو ہوموسیپینز اور ہوموایرکٹس کے درمیان کے دور کو ثابت کرتی ہو۔ اس بات کو ہم مِسنگ لنک (Missing Link) کا نام دیتے ہیں۔

ڈاکٹر تصدق حسین راجا اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ "جاندار چیزوں کے لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ ارتقائی عمل سے گزر کر تبدیل ہو جائیں کیونکہ فطرت میں کوئی ایسا میکانکی عمل موجود ہی نہیں ہے جو انہیں یوں ماہیت قلبی کی طرف لے جائے۔"[xxviii]

خلاصہ کلام:

اس کائنات میں انسان کو مرکزی حیثیت حاصل ہے - اس کا اپنے رب سے تعلق عبد کا ہے اور کائنات سے تعلق اللہ کا خلیفہ ہونے کا ہے - یعنی جب انسان اللہ کا کامل بندہ بن جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا وجود اپنی نشانی بنا دیتا ہے اور کائنات اس کے وجود سے فتح ہوتی ہے یعنی کائنات کی تسخیر انسان کے وجود سے ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ ہر انسان انفرادی طور پر اپنے رب کی معرفت سے روشناس ہو اور پھر اجتماعی طور پر اللہ کے دین کو ریاست پر نافذ کرنے کی کوشش کرے - وہ کوئی عام مخلوق نہیں بلکہ اس کائنات کی سب سے قیمتی چیز ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ایک خاص درجہ رکھتا ہے اور جو اسرار الٰہی کا امین اور اس کی صفات و کمالات کا مظہر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو بتدریج احسن پیدا فرمایا۔ اور نہ صرف پیدا فرمایا بلکہ بہترین شکل وصورت عطا فرمانے کے ساتھ ساتھ عقل و شعور سے بھی نوازا اور اس کی تخلیق میں ہر مرحلہ کو عملی جامہ پہنانے کے لیے تربیت کا انتظام بھی کیا اور خیر و شر کے راستوں سے آگاہ کیا۔

اللہ رب العزت کی اس وسیع کائنات میں بے شمار نشانیاں ہیں کہ انسان ان پر غور کرے اور کائنات کے خالق و مالک کو سمجھ سکے۔ سائنسی تحقیق کی موجودہ تیز رفتاری نے کائنات، زمین اور آسمان میں چھپے ان گنت حقائق کو انسان پر آشکار کر دیا ہے۔ کل کا انسان جو سوچتا تھا آج کا انسان اس پر عمل کر رہا ہے۔ جب صدی کا رخ ہوتا ہے تو ایک امکان حقیقت بن جاتا ہے۔ سائنسی تحقیق کا دائرہ کار روحوں اور کائناتوں کی تخلیق اور

ارتقاء سے متعلق ہے۔ تقریباً ڈیڑھ ہزار سال قبل انسانیت ذہنی الجھنوں کا شکار تھی اور اپنی جہالت پر فخر بھی کرتی تھی۔ ایسے میں قرآن کی تعلیمات کے ذریعے کائنات کے ہزاروں حقائق ایسی درستگی کے ساتھ سامنے آئے کہ آج کی جدید سائنس بھی ان کی صحت پر انگلی اٹھاتی ہے۔

حوالہ جات:

---

[i] امام محمد بن ابی بکر بن عبد القادر الرازی، مختار الصحاح، مترجم۔ پروفیسر عبد الرزاق (کراچی: حسان مرتنگ پریس، 2003)50-

[ii] مولوی فیروز الدین، فیروز اللغات (لاہور: فیروز سنز، 2005)136۔

[iii] الرازی، مختار الصحاح، 50۔

[iv] فیروز اللغات، 376۔

[v] القرآن، الزمر 62:39۔

[vi] القرآن، الحجر 15:27-26:

[vii] -ایضاً

[viii] -ابو عیسیٰ ترمذی، جامع سنن ترمذی، کتاب تفسیر القران عن رسول اللہ، باب و من سورت البقرہ (لاہور: دار الحمد)4/33، حدیث 2955۔

[ix] -القرآن، المومنون 23:14۔

[x] -حجاج بن مسلم، صحیح مسلم، کتاب القدر (لاہور: علی آصف پرنٹرز، 2004ء)6/6723۔

[xi] -محمد بن اسماعیل بخاری، الادب المفرد، باب الارواح جنود مجندہ (لاہور: مکتبہ اسلامیہ، 2015ء)377، حدیث 901۔

[xii] -ابن حجر عسقلانی، فتح الباری (لاہور: مطبوعہ 1401ھ)6/369۔

[xiii] -جلال الدین سیوطی، الحاوی للفتاوی (لائل پور: المکتبہ النوریہ الرضویہ)2/100۔

[xiv] -علامہ بدر الدین عینی حنفی، عمدة القاری (مصر: ادارہ الطباعہ النمیریہ 1328ھ) ج15/ ص216۔

[xv] القرآن، الاسرآء 17:70۔

[xvi] -القرآن، البقرہ 2:29۔

[xvii] -القرآن، البقرہ 2:164۔

[xviii] -القرآن، الذاریت 51:56۔

[xix] القرآن، البقرہ 2:30۔

[xx] -القرآن، ص 38:75۔

[xxi] -القرآن، التین 95:4۔

[xxii] - القرآن، الذاریت 51:56۔

[xxiii] - ملا علی قاری، الاسرار المرفوعة (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1405ھ) ص:179، رقم الحدیث: 698۔

[xxiv] -علامہ الشیخ علی بن سلطان محمد القاری الحروی ، تفسیر انوار القرآن واسرار الفرقان(لبنان: دارالکتب العلمیۃ)ج5، ص35

[xxv] القرآن،یوسف12:108۔

[xxvi] فیروزالدین،فیروزاللغات،83۔

[xxvii] -افتخار عالم خاں،ڈارون اور اس کا نظریہ ارتقاء(نئی دہلی: آر کے پورم2000ء)35۔

[xxviii]ڈاکٹر تصدق حسین راجا، نظریہ اارتقا-ایک فریب(پاکستان:اسلامک ریسرچ سینٹر2002ء)39۔